الولی حیدرآباد

ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی

تفسیرِ القاءُ الرحمٰن

ترجمہ

تفسیرِ الہامُ الرحمٰن

(ساتویں قسط)

اجتماعیۃ کے چار درجے ہیں

اجتماعیات کے چار درجے ہیں :

۱۔ پہلا درجہ اجتماعیۃ بدوی کا ہے جس کے اندر مسئولیۃ شخصیہ اور اخلاق ہیں ۔

۲۔ دوسرا درجہ اجتماعیۃ قروی کا ہے ۔ یعنی چھوٹی چھوٹی آبادیوں کا اجتماعیۃ

۳۔ تیسرا درجہ اجتماعیۃ مصریہ یعنی شہروں کی اجتماعیۃ کا ۔

۴ چوتھا درجہ اجتماعیۃ امم کا ۔ یعنی امتوں اور قوموں کا اجتماعیۃ

پس بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد، اور فرعون سے آزادی اور نجات کے بعد حضرت موسیٰؑ کی تربیت میں رہے اور حضرت موسیٰ نے ان کو ان چار درجات و مراتب کی تعلیم و تربیت دی ۔ اور ان چاروں اصول تربیت صالحہ کی تعلیم دی اور خدمات انجام دی ۔

پس ہم نے اپنے نظریے کے مطابق اللہ تعالیٰ کے قول

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ (آیۃ ۴۹) وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون سے نجات دلائی

سے لے کر اِس قول

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (آیۃ ۵۶) اس توقع اور امید پر کہ تم احسان مانو گے

تک ان چار درجات و مراتب میں سے پہلا درجہ، پہلا مرتبہ ہے ۔

ان چار مراتب میں سے پہلا مرتبہ

بسا اوقات اخلاق میں تفریط وافراط ہوتی ہے۔ جب ایک شاگرد تفریط و افراط کا تجربہ کرتا ہے تو اس کے اندر قدرت ہوتی ہے کہ اس تفریط وافراط کے درمیان کوئی راہ پیدا کرلے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر آیت (۴۹ — ۵۰) میں کیا بنی اسرائیل پر یہ انعام جتلایا : فرمایا :

وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ

اس وقت کو یاد کرو جبکہ آل فرعون سے تم کو نجات دلائی جو تم کو سخت ترین عذاب دیتے تھے جو لڑکوں کے گلے کاٹتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ اور واقعہ میں تمہارے پروردگار عظیم کی جانب سے بڑا امتحان تھا اور یاد کرو کہ جب ہم نے تمھارے لئے دریا کو شق کردیا اور تم کو ہم نے نجات دی اور آل فرعون کو اس میں غرق کردیا اور تم اس کا معائنہ کر رہے تھے

یہاں خدا اپنا احسان جتاتا ہے اور امر فرماتا ہے کہ لوگ احسان و نیکی کی حفاظت کیا کریں اس کے بعد آیت (۵۱) میں اسی تفریط کی وضاحت فرمائی فرمایا۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ

اور یاد کرو وہ زمانہ جبکہ موسیٰ سے ہم نے چالیس راتوں وعدہ لیا تھا پھر تم نے موسیٰ کے جانے کے بعد گوسالہ پر کمر باندھ رکھی تھی کہ تم ظالم ہو۔

یہ ان کی تفریط تھی ان پر لازم تھا کہ ایسا نہ ہونے پائے۔ پس آیت (۵۲) میں فرمایا

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

پھر ہم نے تم سے اس کے بعد ہی درگذر کیا تاکہ تم احسان کا شکر مانو گے

یعنی جب تم نے تفریط کے معنی سمجھ لئے تو تم پر واجب تھا دوبارہ ایسا نہ کرو۔ یہ معنی شکر کے ہیں۔

اس کے بعد دوسری نعمت کا ذکر کیا اور وہ یہ کہ

وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ

وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کو کتاب تورات اور فیصلہ کی چیز دی اس توقع پر تم راہ پر لئے رہو گے ۔

اس نعمت میں ان کی افراط تھی اور آیت (۵۳) ان کی افراط کو بیان کرتی ہے پھر آیت (۵۴) میں ذکر فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنی جانوں کو قتل وہلاک کرنے کا تہیہ کیا ہے ۔ اور مدارج احسان میں ان کا تقدم اور پیش قدمی تھی اور یہ ان کو کتاب و فرقان دینے کے بعد تھا چنانچہ فرماتا ہے ۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْآ اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْآ اَنْفُسَکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

اور یاد کرو اس وقت کو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اپنی گوسالہ پرستی کی تجویز سے تو تم اپنے خالق کی طرف رجوع کرو اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک بہتر ہو گا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر متوجہ ہوا ، بیشک وہ ذات بڑی توبہ قبول کرنے والی بڑی رحیم ہے ۔

اس کے بعد احسان کے بارے میں ان کی افراط کا ذکر فرمایا چنانچہ خدا ان کی حکایت نقل کرتا ہے

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ

اور وہ وقت یاد کرو جب تم نے حضرت موسیٰ سے کہا ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جبتک ہم اللہ کو خود علانیہ دیکھ نہ لیں گے اس گستاخی پر تم کو کڑک بجلی نے آپکڑا اور تم اس کا آنا آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ۔

یہی وہ افراط ہے :

اور آیت (۵۶) میں فرماتا ہے

ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِکُمْ

پھر ہم نے تم کو تمہارے مرنے کے بعد زندہ کیا

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ — تاکہ تم شکر گزار بنو۔

یعنی دوبارہ تم اس افراط سے کام نہ لو، تم یہاں وعدہ کلمہ دیکھو، خدا فرماتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ — تاکہ تم شکر گذار بنو

تفریط و افراط میں آیت (۵۲) اور آیت (۵۶) ملاحظہ ہو۔

اور یہ انکار اجتماعیہ تہذیب اخلاق اور اصلاح کے لئے بدری تھا اور یہ آیت (۵۷) سے واضح ہوتا ہے۔

قولہ تعالیٰ	خدا کا فرمان
وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ	اور ہم نے سایہ افگن کیا بادلوں کو میدان تیہ میں اور تم پر اتارا ہم نے ترنجبین اور بٹیر کہ کھاؤ نفیس چیزیں کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انھوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کیا ہے

یہ صریح آیت اس بارے میں ہے کہ بنی اسرائیل صحراء میں تھے اور آخری آیت میں ایک جملہ ہے اور وہ " وما ظلمونا " ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ ان لوگوں نے مرتبہ اولی جیسا چاہیئے ویسا مکمل نہیں کیا تھا۔

اس سے دور اول ختم ہوتا ہے آیت (۵۸) سے دور ثانی کی ابتداء ہوتی ہے

قولہٗ تعالیٰ	خدا کا فرمان
وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ	اور جب ہم نے تم سے کہا اس گاؤں اریحا جاؤ اور اس میں جہاں چاہو با فراغت کھاؤ، اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور منہ سے حطۃ کہتے جاؤ ہم تمھاری خطائیں معاف کر دیں گے اور جو ہمارا حکم بجالائیں گے ان کو اوپر سے ثواب دیں گے۔

بنی اسرائیل اس تقیید تشریح کے پابند نہ ہوئے۔ تشریح یہ تھی

اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

اس کے معنی یہ ہیں کہ قریہ میں داخل ہوتے ہی ایک نماز پڑھ لو۔ اور اسی وقت پڑھ لو۔ جب یہ لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں اسی وقت فی الفور قریہ میں داخل ہو جائیں۔ کسی قسم کی تاخیر نہ کریں۔ بلا تاخیر قریہ میں گھس جائیں۔ یہاں نحویوں کی بعض خزعبلات کہ حال اور ذوالحال میں وحدت زمانہ چاہیئے وغیرہ وغیرہ کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ ان کو حکم دیا گیا جب تم قریہ میں داخل ہو نماز پڑھ لو کیونکہ بدوی آدمی جب کسی قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو بسا اوقات ان کی طبیعت ضرورت و حاجت سے زیادہ کھانے پر مجبور کر دیتی۔ تو جب یہ لوگ قریہ کے دروازہ میں داخل ہوں۔ تو دروازے میں داخل ہوتے ہی کچھ دیر کے لئے ٹھہر جائیں اور اپنے پروردگار کو یاد کرلیں اس کو سجدہ کرلیں تو اتنی دیر میں ان کی طبیعتوں میں اعتدال آ جائے گا۔ اور شراہت و حرص سے وہ پاک ہو جائیں گے اور یہ سب توجہ الی اللہ کے خواہشات نفس سے پاک اور صاف ستھرے ہو جائیں گے۔

پھر اس کے بعد حکم دیا جاتا ہے:

وَقُولُوا حِطَّةٌ ۔ رتم حطہ کہتے ہوئے دروازے میں داخل ہو جاؤ

یعنی ان کو حکم دیا جاتا ہے حطۃ۔ حطۃ۔ حطۃ کہتے رہو جب تک تم اس قریہ میں ٹھہرے رہو۔

اور ہمارے نزدیک "حطۃ" کے معنی رب اغفر (اے رب تو مغفرت فرما) یہ حکم انھیں اس لئے دیا گیا تھا کہ ان کی توجہ پروردگار کی طرف موڑ دی جائے اور ماکولات سے انھیں پھیر دیا جائے، اور اپنی نظریں ماکولات سے قطعاً موڑ دی جائیں۔ قدر حاجت سے زیادہ قطعاً نہ کھائیں اور اس سے وہ راضی رہیں۔

اور یہ اس کے مانند ہے کہ انسان کھانے کے وقت اپنے بچہ کو کہتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اپنے ہاتھ دھولو۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ لو۔ پھر جب کھانے کے لئے بیٹھتا ہے تو اس کے سامنے کوئی ظریفانہ کہانی اور حکایت پیش کرتا ہے۔ اس طرح اس کو بہلاتا ہے تاکہ ضرورت سے

زیادہ بچہ کھانا نہ کھالے، اس کی نظر کو کھانے پینے سے دوسری طرف پھیر دے۔ پھر وہ اگر کسی دن اس کے خلاف عمل پیرا ہوتا ہے۔ اور کھانے کی طرف ہی مڑ جاتا ہے تو اس کو بد ہضمی اور مرض لاحق ہو جاتا ہے۔

اس سے قدرے تشریح معلوم ہوگئی اور سمجھ میں آگیا کہ اس کا نفع اور فائدہ صرف ہمارے لئے ہے۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے معنی ظاہر اور واضح ہو گئے۔

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا	اور دروازے میں داخل ہوتے ہوئے اور
وَّقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ	سجدہ کرتے ہوئے اور منہ سے حطۃ کہتے ہوئے داخل
وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ	ہو جاؤ ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور جو
	بھلا کام کریں گے ان کو اوپر سے ثواب دیں گے۔

کیونکہ جو شخص "قانون" کا التزام اور نظام کی محافظت کرتا ہے وہ اچھی حالت میں بسر کرتا ہے وہ اپنی طبیعت سے انتقناء تمام امور میں قانون کا التزام اور نظام کی محافظت کرتا ہے اور اس میں وہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔

یہ تقید تو احکام نہیں ہے لیکن فطین عقلمند شخص تمام مدارج نیند و بیداری اور فلاحت اور تمام حالات شخصیہ میں ترقی کر سکتا ہے اور درجہ بدرجہ آگے بڑھ سکتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اپنے گروہ کے تمام معاملات میں مستوی، ساوی اور برابر ہو کر رہے۔

اس کے بعد خدا فرماتا ہے:

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ	تو شریر لوگوں نے اس کو بدل دیا اور دعا استغفار
الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ	جو ان کو بتلائی گئی تھی اس کو بدل کر دوسری بات
ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا	بولنے لگے تو ہم نے ان شریروں پر ان کی نافرمانی کی
يَفْسُقُونَ	سزا میں آسمان سے عذاب اتارا۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ ان لوگوں نے اس درجہ کی بھی تکمیل جیسی چاہئے ویسی نہیں کی اور شراہت و حرص کے ساتھ خوب خوب کھالیا جس سے ان کو تخمہ بد ہضمی ہو گئی اور اسہال شروع ہو گئے۔

ہمیں مفسرین پر تعجب ہوتا ہے وہ کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ وہ "حطۃ" کہا کریں۔
لیکن انہوں نے اس کی جگہ "حنطۃ" کہنا شروع کردیا، یعنی ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ سے تبدیل
کردیا۔ مفسرین یہ نہ سمجھے کہ ان لوگوں نے قانون ترک کردیا تھا۔

یہاں درجۂ ثانی ختم ہوا

پھر جب یہ لوگ قریہ سے شہر کی طرف منتقل ہوئے تو صحرا سے گذرے کیونکہ یہ قریہ
شہر سے قریب نہیں تھا اور صحراء سے گذرنے کی غرض یہ تھی کہ ان کا امتحان لیا جائے کہ یہ لوگ
درجہ اولیٰ کی بھی محافظت کرتے ہیں یا نہیں؟

پھر ان کے صحراء سے گذرنے کے وقت ایک قانون کا اور اضافہ کردیا گیا اور وہ یہ کہ جو امر
ان میں مشترک ہو اس کی تقسیم میں وہ عدل و انصاف کیا کریں۔ جب فقدان ماء یعنی پانی ناپید تھا
تو ان لوگوں نے حضرت موسیٰ سے پانی کا سوال کیا۔ حضرت موسیٰ نے خدا کے حکم سے اپنا عصا ایک پتھر
پر مارا تو اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم سے بنی اسرائیل کے جتنے اسباط تھے اتنے چشمے جاری ہوگئے
ہر چشمہ، ہر سبط ہر قبیلے کے لئے کافی تھا۔ ان چشموں میں بعض چھوٹے تھے اور بعض بڑے، اور بعض
متوسط درجے کے تھے۔ ان لوگوں نے ان چشموں کو اپنے قبیلہ کی کفایت کے بموجب تقسیم کرلیا اور
ہر سبط نے اپنی کفایت کے مطابق بلانزاع عدل و انصاف کے بموجب لے لیا۔ اور یہی معنی ہیں خدا کے
اس قول کے:

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ
فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ
فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ
قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ

اور یہ واقعہ بھی یاد کرو جب [illegible]
کے لئے پانی کی درخواست [illegible]
اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔ لاٹھی کا مارنا تھا کہ پتھر سے بارہ
چشمے پھوٹ نکلے اور سب لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ
معلوم [illegible]

اور ان پر واضح کردیا گیا کہ اگر ان لوگوں نے اس تقسیم [illegible] اعتنائی [illegible] زیادتی اور
[illegible] تو تمام کے تمام خسارہ میں آجائیں گے۔ ان کے اس عمل سے ایک قاعدہ [illegible] مستنبط ہوا۔

اور وہ قاعدہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ
اور اذن عام ہوگیا کہ اللہ کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور پیو اور ملک میں فساد نہ پھیلاؤ

اور وہ یہ ہے کہ زمین خداوندی پر کچھ طیبات اور پاکیزہ چیزیں موجود ہیں اور انسان انسے پاکیزہ اور طیب سمجھتا ہے وہ خدا کی جانب سے رزق ہے اس کا کھانا پینا حلال اور جائز ہے اور اس شرط سے حلال و جائز ہے کہ کسی محتاج کو جو اس سے بھی زیادہ محتاج ہے اس سے نہ روکے اور اسی کی طرف اس قول خداوندی میں اشارہ ہے

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ
اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ

کیونکہ جو روزی کی تقسیم میں گڑبڑ کرتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی فساد نہیں۔ حکمت اجتماعیہ کا تقاضا یہ ہے کہ ہر محتاج کو اس کی احتیاج اور ضرورت کے موافق دیا جائے اور ضرورت مندوں کو نہ دیتے ہوئے فساد نہ کرے

مرتبہ ثالثہ اجتماع مصر
یعنی شہری اجتماع

مصری اور شہری اجتماع ضروریات و احتیاجات کی فراوانی اور کثرت کی وجہ سے اور اقتضاء طبیعت کی بناء پر وجود میں آتا ہے۔ اس اجتماع میں منافع اور مضرات، فوائد و نقصانات متبادل اور ساتھ ہی ساتھ ہوتے ہیں چونکہ یہ اجتماعیہ طبعی نہیں ہے۔ اس اجتماعیہ میں صبر کرنا پڑتا ہے اور اس کے مضرات کو طبیعت برداشت نہیں کرتی تو وہ بداوت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے پھر جب وہ بادیہ کے اندر وہ منافع اور فوائد نہیں پاتا جو شہر میں اسے حاصل ہیں تو وہ بادیہ کی زندگی پر شہری زندگی کو ترجیح دیتا ہے اور یہ ترجیح ان منافع اور فوائد کی بناء پر ہوتی ہے اگر لوگ ان مضرات کو اپنی طبیعت سے برداشت کرتے ہیں اور ان پر صبر کرتے ہیں جیسا کہ خدا کے اس قول میں اشارہ ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ

اور وہ وقت یاد کرو جب تم نے موسیٰ سے کہا اے موسیٰ ہم سے تو ایک کھانے پر بھی نہیں رہا جا سکتا آپ ہمارے لئے اپنے پرورگار سے دعا کیجئے کہ زمین سے چیزیں اُگتی ہیں یعنی ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز من وسلویٰ کی جگہ ہمارے پیدا کردے ۔

اس زندگی کو انھوں نے اپنی طبیعتوں سے انتضا قبول کرلیا ۔ چونکہ بادیہ کی زندگی بسیط ہوتی ہے اس میں مضرات و نقصانات کم ہوتے ہیں ۔ ہر شخص اپنے معاملات و ... خودمختار ہوتا ہے اور تمام معاملات اس کے قابو میں ہوتے ہیں اور شہری زندگی قوانین اجتماعیہ اور تقیدات ... مقید ہوتی ہے تو جب ان لوگوں نے ان تقیدات اور سلب حرمت کو اختیار کیا ۔ حالانکہ حریت ... ی ان لوگوں کے حق میں ان تقیدات کی نسبت بہتر وافضل تھی ۔ تو ان لوگوں سے کہا گیا

اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ

موسیٰ نے کہا کہ جو چیز بہتر ہے ۔ اس کے بدلے میں ایسی چیز لینی چاہتے ہو جو گھٹیا ہے ۔

جب ان لوگوں کا اصرار حد سے زیادہ بڑھ گیا اور قوانین اجتماعیہ کے تقیدات کو حریت و آزادی کے مقابلہ میں پسند کیا اور وہ حریت و آزادی جس کے وہ لوگ بادیہ میں عادی تھے اس کے مقابلہ میں تقیدات شہری کو پسند کیا تو ان سے کہا گیا

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ

اچھا تو کسی شہر میں اتر پڑو جو مانگتے ہو وہاں تم کو ملے گا ۔

اس مرتبہ اجتماعیہ کی بھی ان لوگوں نے جیسی چاہتے تکمیل نہ کی ۔ کیونکہ ان کی عادت میں عصیان و عدوان داخل ہو چکا تھا ۔ اور عصیان ہی تفریط کا نام ہے ۔ اور دور افراط وعدوان کا ہے ۔ اور یہی افراط و تفریط ان کی عادت اور ان کا خمیر بن چکا تھا ۔ جس کا آخری نتیجہ اور اثر یہ ہوا کہ انھوں نے آیات اللہ سے کفر کیا اور ناحق انبیاء کرام کا قتل وقوع میں آیا ۔

پھر اس فعل کا نتیجہ اور انجام یہ ہوا کہ خدا کا غضب ان پر نازل ہوا ۔ پھر جب ان لوگوں

اپنے افعال پر اصرار کیا تو ان پر ذلت ونکبت اور مسکنت کی مہر ثبت کردی گئی ـــ یعنی ان سے حکومت چھین گئی ـــ یہ اسباب کا تسلسل اور اس کے نتائج وثمرات حضرت موسیٰ کے بعد کے زمانے تک جاری رہے اور لمبے عرصے تک جاری رہے اور یہ نتائج تھے عصیان وعدوان کے جس کے وہ ہر سہ مراتب اجتماعیہ میں عادی ہو چکے تھے اور ان کا خمیر بن چکا تھا اور اسی طرف خدا کے اس قول میں اشارہ ہے

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ	اور ان پر ذلت و محتاجی لیس کردی گئی اور خدا کے غضب میں آگئے اور یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے اور نیز یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے ۔

یہ اجتماع مصر، یا مدینہ اسی قومیت کے معنی ہیں

پھر ہم نے جو کچھ کہا ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تمام افراد اجتماع حد اعتدال کو چھوڑ چکے تھے ۔ بلکہ غالب اکثریت اعتدال کو چھوڑ چکی تھی ۔ جن کو حکومت تفویض ہوئی تھی کہ یہ لوگ حد اعتدال کو بالکل چھوڑ چکے تھے ۔

جن لوگوں نے شخصیات افرادیں سے ظلم نہیں کیا یا حکم دجور کی امداد واعانت نہیں کی وہ بلاشک ناجی اور نجات پانے والے ہیں ۔

جس وقت مصیبت عام ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کسی تدبیر سے اس جگہ سے نجات دیتا ہے ۔ لیکن آخرت کی نجات ان کے لئے یقینی ہے بلکہ یہ نوامیس عامہ ہیں جو کبھی تبدیل نہیں ہوتے اور اسی کی طرف خدا کا یہ قول اشارہ کرتا ہے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ـــ بے شک مسلمان اور ـــ آلایۃ

مرتبہ رابعہ

قولہٗ تعالیٰ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ
هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ
بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا
فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ
وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

خدا کا فرمان

بے شک مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور صابئی ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے تو ان کو ان کے لئے کا اجر ان کے پروردگار کے ہاں ملے گا اور ان پر نہ کسی قسم کا خوف طاری ہوگا اور نہ کسی طرح آزردہ خاطر ہوں گے۔

اس حکم میں تمام ملتیں اور تمام ادیان داخل اور برابر ہیں۔ اس میں کوئی ملت کوئی دین مختلف نہیں ہے۔ پس جو لوگ اسلام لائے۔ اور مسلمان ہیں اور کلمۂ وحدہٗ کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو تمام ادیان دنیا پر شامل ہے۔ وہ صابئہ ہے۔ اور ہم نے قرآن حکیم کی تعلیم سے سیکھا ہے کہ انسان کے لئے انذار اور ڈرانے والا خطیرۃ القدس کی جانب سے ہوتا ہے جو ہر ملت کے لئے یکساں ہے اور "منذر" ڈرانے والا "انبیاء کرام" یا "محدث" ہوتے ہیں جو انبیاء کرام کے حکم میں ہیں۔

اور روئے زمین پر کوئی ایسی ملت نہیں ہے جس میں انبیاء یا محدث نہ ہوئے ہوں اور لوگ ذرہ برابر بھی شک نہیں کرتے۔ مشرق میں ملت مجوس یعنی ملت ایران ایک ایسی ملت ہے جس کی عظمت تاریخیہ نہایت شاندار ہے۔ اس عظمت تاریخیہ میں "توران" میں شامل ہے۔ فردوسی روایت کے مطابق افریدون کے دو بیٹے تھے ایک کا نام "ایرج" تھا جو ایران کا والی اور حکمران ہوا۔ دوسرے کا نام "تور" تھا جو توران کا والی اور حاکم ہوا اور ہمارے نزدیک "ترک" تور کی طرف منسوب ہیں۔ دین اور حکومت کے لحاظ سے "ایرج" اور "تور" ایک تھے۔ کیونکہ "ایران" اور "توران" دو بھائی تھے۔ ان دونوں کی مملکتوں مجوسیہ پر اربعام

اور شائع تھی۔

اب رہے وہ معایب جو ایران کی نکبت و ذلت کے بعد اس کی طرف منسوب کئے ہیں۔ اور بعض مورخین نے ان معائب کو بہت اچھالا ہے۔ اور ایران کو بدنام کیا ہے۔ جس کی وجہ سے مجوسیت کی اور زیادہ شہرت ہوئی ہے۔ ان میں کوئی چیز بھی ان کی اصل شریعت میں نہیں تھی۔ ملت ایران کی عظمت سے انکار ناممکن ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ ان میں کوئی "نذیر" اور ڈرانے ... ہوا ہو؟ اور آیات قرآنیہ میں لفظ مجوس موجود ہے۔

اس کے بعد ہندوستان پر نظر ڈالو۔ ہندوستان میں برہمن دین تھا۔ جو شرائع کے لحاظ سے "ابرام" کے مشابہ تھا اور مجوسیت کو لئے ہوئے تھا۔ اور "ایرانی" اور "ہندی" زبان تو گویا ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں کلمات اور الفاظ ہندی اور فارسی میں مشترک ہیں۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہندوستان اس عظمت کا مالک ہوتے ہوئے، اس میں کوئی "نذیر" اور ڈرانے والا نہ ہوا ہو؟ اور حال یہ ہے کہ ہندی سے دین "سمنیہ" پیدا ہوئے۔ جو پوری شرقی زمین پر عام ہو گیا تھا۔ پورا "چین"، "توران" اور "ایران" تا آنکہ بلاد یونان میں بھی عام تھا۔ ان تمام کثیر العظمۃ امتوں نے اس کو اپنایا تو کیا یہ ممکن ہے ایسی سرزمین پر کوئی "نذیر" اور ڈرانے والا نہ ہوا ہو؟

ہمارے نزدیک ایک لفظ "الصابئۃ" ان تمام ملتوں اور امتوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل کے اندر کہا ہے۔

> "ایران" اور "چین"، اور "نصرانی" ہونے سے قبل "روم" و "یونان" تمام کے تمام صابئی تھے۔

اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ ابن اثیر حقیقت امر سے اچھی طرح واقف تھے۔ ہم ایسے آدمی دیکھ رہے ہیں جن کے امکان ایک قریہ کی تنظیم ممکن نہیں امتوں اور ملتوں کا فیصلہ کرنے بیٹھ گئے اور کہنے لگے ہندوستان کسی دین کو قطعاً سمجھا ہی نہ تھا۔

وہ آدمی جو کبھی اجتماعیات باطلہ ظالمہ میں داخل نہیں ہو۔ اور اب وہ کسی دین میں داخل

ہو رہا ہے تو اس کا حکم ان تمام ملتوں جیسا ہوگا ۔ مسلمان ہو یا یہودی ۔ نصرانی ہو یا صابئی یا مجوسی ہو ۔

جس وقت میں قرآن کا ترجمہ پڑھتا تھا ۔ اس وقت میں اس آیت تک پہنچا ۔ اور میں نے اس طرح اس کو پڑھا تو بعض لوگ بھنا گئے اور اس قدر غصہ بھڑک اٹھا کہ گویا صاعقۂ محرکہ تھا ۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یہ لوگ اس تفسیر سے اختلاف نہیں کرتے ۔ لیکن پھر بھی ان کا غصہ بڑھ رہا ہے ۔ لیکن رفتہ رفتہ ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور انہیں اس سے تسکین و تسلی ہو گئی ۔

یہاں دور ثالث ختم ہوا

(جاری ہے)

بقیہ صفحہ ۹ سے آگے

اعلیٰ ترین حلقوں تک بھی پہنچایا گیا تھا ۔ گذشتہ سے پیوستہ شمارے میں "ندا" نے بھی پورے خطبہ کا خلاصہ پیش کیا ۔ آڈیو ٹیپ اور خلاصے سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے عورت کی سربراہی کو ناجائز نہیں کہا ، اسلام کی روح اور دین کے مزاج کے خلاف قرار دے کر منکرات میں شمار کیا تھا اور 'ناجائز' اور 'منکر' میں شرعی اصطلاحات کے اعتبار سے بڑا فرق و تفاوت ہے مقالہ زیر نظر کی اشاعت کے بعد ہمیں ان کی رائے کا بھی انتظار رہے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مدیر

بقیہ صفحہ ۲۹ سے آگے

الگ الگ کتابوں کی صورت میں بھی شائع ہوئی تھیں ۔ اس قسم کا ایک کتابچہ "مرثیہ" کے عنوان سے خاکسار کے پیش نظر ہے یہ مرثیہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی وفات پر حضرت نے تحریر فرمایا تھا ۔ اور مولانا محمد یحییٰ تاجر کتب دینیہ گنگوہ (ضلع سہارنپور) نے مطبع بلالی ساڈھورہ (ضلع انبالہ) میں چھپوا کر شائع کیا تھا ۔ صفحات ۳۵

حضرت کے افادات و نگارشات میں سے جن چیزوں کا ذکر الف ، ج اور د کے ذیل میں آیا ہے ان میں سے بیشتر خاکسار کی نظر سے نہیں گزریں ۔ چوں کہ یہاں صرف تکمیل بحث کے لئے ان کا ذکر مقصود تھا اس لئے ان کے حصول کی سعی بھی نہیں کی ۔